رہنے والی چیز نہیں ہے اور انبیاء سابقین کے معجزات باقی رہنے والے مادی تھے پس جو چیز باقی رہنے والی تھی وہ نہیں باقی رہی اور جو چیز باقی رہنے والی نہ تھی وہ باقی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ بس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں آنحضور صلعم جب معراج میں گئے تو بیت المقدس میں بھی امام ہوکر دو رکعت نماز پڑھائی اور تمام انبیاء کے مقتدا ہوئے تھے۔ اسی طرح بہت سے دلائل ہیں جن سے آپ کی افضلیت نصف النہار کی طرح روشن ہے ؎

یارب صل وسلم دائما ابدا　　علیٰ نبیک خیر الخلق کلھم

فتنہ خلق قرآن اور حق پرست علماء کے مصائب

(از مولوی محمد ابو الخیر بذر پروائی پرتاب گڈھی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

عالم فانی میں یہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ نور ظلمت حق و باطل میں ایک معرکۃ الآرا جنگ قائم رہا کرتی ہے پرستاران باطل کی ہمیشہ یہ دلی خواہش رہی کہ اہل حق کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح نیست و نابود کر دیا جائے لیکن یہ امر دشوار ہی نہیں بلکہ بالکل محال تھا کیونکہ جس چیز کا وعدہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے وہ ہوکر رہے گا وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اس کا وعدہ ہے کہ حق کی روشنی کبھی بھی بجھ نہیں سکتی اگرچہ دنیا اس کے مٹانے کیلئے جان توڑ کوشش و سعی سے کام لے لیکن خدائی طاقت کے سامنے انسانی تدابیر کیونکر تاب لاسکتی ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے اختلاف و تفریق کی بنیادیں رکھیں اور مسلمانوں کو کتاب و سنت صراط مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھائی ان میں سے ایک مسئلہ معرکۃ الآرا اور شدید الاختلاف فتنہ خلق قرآن ہے۔ خلق قرآن سے مقصد یہ تھا کہ جو کتاب اللہ ہمارے پاس موجود ہے اس کے اندر الفاظ بھی ہیں اور معانی بھی جو بوقت قرات مختلف صورت اختیار کرلیتے ہیں اب یہ آیا حادث ہے یا قدیم؟ اولاً تو اس سوال کا پیدا کرنا ہی ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف کرنا تھا کیونکہ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا اور نہ غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق صرف اتنا ہی کافی تھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے ہمیں اس کے احکام پر عمل کرنا چاہئے اور بس یہی مسلک تمام محدثین کرام اور سلف صالحین کا تھا لیکن یونانی فلسفہ کی کاوشوں نے ایک صاف اور کھلے ہوئے مسئلہ کو پیچیدہ بنادیا چنانچہ جماعت معتزلین جس نے اس امر مہم میں نہایت ہی سرگرمی سے حصہ لیا تھا کہنے لگی کہ یہ کتاب پہلے موجود نہ تھی سردار دوجہاں پر نازل ہوئی اور ساری چیزوں کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اشیاء میں قرآن شریف داخل ہے اور ساری اشیاء فنا ہونیوالی ہے لہذا یہ بھی حادث ہے لیکن اگر اس کو اس حیثیت سے بھی دیکھا جاتا تو مسئلہ بالکل واضح اور روشن تھا کیونکہ خداوند قدوس جس طرح قدیم ہے ٹھیک اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں اور قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام بھی اس کی صفات میں سے ہے لہذا یہ بھی قدیم ہے چنانچہ مامون رشید کے زمانے میں ۲۱۲ھ سے اس فتنہ کی ابتدا ہوتی ہے اور ۲۲۸ھ میں

اس کا خاتمہ ہوتا ہے لیکن اس کا زور و شور اور حکومت کی جانب سے تشدد و قہر ۲۱۸ھ سے شروع ہوتا ہے مامون رشید یہ خلفاء عباسیہ میں سے تھا اس کا زمانہ بھی عجیب زمانہ تھا ایک طرف الحاد کا دور دورہ تھا تو دوسری جانب حریت کی تعلیم تھی مامون رشید عربیت میں کامل الفن تھا وہ ملحدانہ مذاہب جن کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی وہ بغداد کی گلی و کوچہ میں پرورش پا رہے تھے۔ اس زمانہ میں اعتزال عین عالم شباب کو پہونچا ہوا تھا چنانچہ معتزلہ جماعت کے علماء کا اثر مامون رشید کے اوپر یہ ہوا کہ خلق قرآن کا مسئلہ اس کے قعر قلب میں جاگزیں ہو گیا چنانچہ یہ جس زمانہ میں اضلاع شام میں مقیم تھا دفعۃً اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مسئلہ کو بزبانِ شمشیر پھیلایا جائے چنانچہ ایک خط گورنر بغداد مسمی محمد اسحق کے نام روانہ کیا جس کے مضمون کا مفہوم یہ تھا کہ بغداد کے تمام علماء میں یہ اعلان کر دو کہ جو لوگ خلق قرآن کے قائل ہوں گے ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور جو منکر ہوں گے ان کو محبوس زنداں کر دیا جائے گا۔ یہ خبرِ وحشت اثر چند لمحوں میں بغداد کی گلی کوچہ میں پھیل گئی اب علماء کے لئے صرف دو ہی صورت تھی یا تو وہ ایک غلط مسئلہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اقرار کر کے اپنی جان عزیز کو شداید و مصائب سے محفوظ رکھیں یا حق بول کر اس کے پاداش میں طرح طرح کی تکلیف میں اپنے آپ کو گرفتار کرا دیں چنانچہ بہت سے علماء نے تلوار کے خوف سے اس چیز کا اقرار کیا جس کی اجازت نہ شریعت دیتی تھی اور ان کے قلب میں یہ بات تھی لیکن انھوں نے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے اقرار کر لیا لیکن اللہ عز و جل نے ہمیشہ ایک جماعت کو اس عظیم الشان کام کے لئے تعین کیا ہے کہ وہ باطل کے ساتھ مقابلہ کریں چنانچہ اس کے لئے محدثین کرام کی پاکیزہ جماعت کو اللہ نے چن لیا تھا جنھوں نے نہایت ہی سرفروشانہ اس کا مقابلہ کیا اور انہی کی حق پرستیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم حفاظت قرآن پر فخر کیا کرتے ہیں انھوں نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر اس کی حفاظت کی ورنہ یہ قرآن مجید بھی آج توریت و انجیل کی طرح مسخ اور متبدل نظر آتا اگر یہ مسئلہ معتزلہ ہی تک محدود رہتا تب تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس غلط مسئلہ کا ساتھ حکومت نے دیا اور اس کو جبر و قہر کے ساتھ پھیلانا چاہا اور یہ ایسا زمانہ تھا کہ اسلام کے چشمے ابھی بہہ رہے تھے اب اگر اس صورت میں ایک تنکا بھی حائل ہو جاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ آئندہ چل کر اگر اس کی دفعیہ کی کوئی صورت اختیار نہ کی گئی تو بڑے بڑے دریا بند کر دئے جائیں گے چنانچہ علماء ہی میں سے ایک جماعت اس کے سدباب کی خاطر اٹھی لیکن ان پر نہایت بیباکانہ مظالم ڈھائے گئے کسی کو تہ تیغ کیا گیا کسی کو نیم بسمل کیا گیا اور انھوں نے گرد و غبار میں تڑپ تڑپ کر اپنی جان عزیز کو داعی اجل کے سپرد کیا۔ کسی کو جلا وطن کیا گیا اور کسی کو جیل خانہ کی کوٹھری اور زنجیر و بیڑی سے دوچار ہونا پڑا بہت سے علماء نے اپنے گھر ہی میں زندگی بسر کرنا شروع کر دیا اور نماز جمعہ تک کو بھی ترک کر دیا کتنوں نے گوشہ نشینی اختیار کی اور انھوں نے کہا کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اپنا ایمان بچایا جائے یہ خبر تھوڑے ہی دنوں میں تمام عالم اسلام میں شائع و ذائع ہو گئی۔ مکہ مکرمہ میں ایک بہت بڑے محدث اور بڑے پایہ کے عالم باعمل موجود تھے۔ یہ خبر ان کو پہونچتی ہے ان کے جذبات میں علماء کے مصائب و آلام ان کے خون کی اس طرح بے قدری اور حق کے مٹانے کی بے جا سعی سے ایک ٹھیس لگتی ہے ان کی رگ حمیت میں جوش پیدا ہوتا ہے ان کے اوپر نہایت ہی اضطرابی اور بیقراری چھا جاتی ہے آخر ان سے رہا نہ گیا اور انھوں نے اس کے انسداد کے لئے عزم بالجزم کیا اور اپنی معیت میں اپنے صاحبزادے کو لیکر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہتے ہوئے بغداد کی جانب روانہ ہوئے لیکن انھیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں بن درمیان ہی میں محبوس یا قتل

پتہ کی جگہ

NATIONAL MUSLIM U...
کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی

نہ کردیا جاؤں اور مقصود فوت ہوجائے مامون رشید نے اپنے مظالم کی اسی پر اکتفا نہیں کی تھی بلکہ اس سے ایک قدم اور بڑھکر اس درسگاہ کو جس میں بڑے بڑے علمائے کرام درس تدریس دیا کرتے تھے ان کے مواعظ حسنہ سے خلق خدا سیراب اور فیضیاب ہوا کرتی تھی بند کردیا تھا اور اس کا سارا اختیار بشیر مریشی کو جو کہ معتزلہ کے اکابرین میں سے تھا دیدیا تھا اور علما کی حیات و ممات کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں تھا چنانچہ شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی اپنے لڑکے کو لیکر بغداد کی جامع مسجد میں قیام پذیر ہوتے ہیں جمعہ کا روز تھا جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں۔ بعد نماز جمعہ اہل بغداد ایک نہایت ہی عجیب و غریب منظر دیکھتے ہیں کہ ایک مکہ کا رہنے والا کھڑا ہوا ہے اور اپنے لڑکے سے یہ سوال کررہا ہے کہ اے میرے پیارے عزیز بیٹے تو بتا کہ یہ قرآن مجید کیا ہے وہ لڑکا نہایت ہی زور دار بلند آواز سے کہتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس کی نازل کردہ ہے غیر مخلوق ہے یہ آواز تھی کہ بجلی تمام لوگوں میں کوندگئی یہ وہ صدا تھی جس میں ایک کائنات کا ایمان مخفی تھا۔ یہی وہ آواز تھی جس کے لئے بغداد کی گلی گلی ایک عرصے سے خواہاں اور جویاں تھی لیکن اس کی بدنصیبی اور شومی قسمت سے ایک زمانہ طویل گزرچکا تھا کہ اس کو میسر نہ ہوا تھا۔ شیخ عبدالعزیز ابھی اپنے صاحبزادے سے یہ کلام ہی کررہے تھے کہ بہت سے لوگ ڈرکر اور یہ سمجھ کر کہ نہ معلوم کون سی مصیبت سر پر آنیوالی ہے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن شیخ نہایت ہی بے باکانہ طور سے اپنے صاحبزادے سے کلام کررہے تھے اتنے میں ایک پولیس کی جماعت آتی ہے اور شیخ کو مع ان کے صاحبزادے کے گرفتار کرکے کمشنر پولیس کے پاس حاضر کرتی ہے۔ کمشنر پولیس ان سے سوال کرتا ہے کہ تمہارے اس فعل سے تمہارا کیا مقصد ہے شیخ نے کہا کہ ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے ہمارا مقصد محض حق کی آواز کو بلند کرنا ہے کمشنر پولیس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے یا تو تمہاری عقل زائل اور سلب کرلی گئی ہے یا تمہاری غرض شہرت حاصل کرنا ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس میں امیرالمومنین حصہ لئے ہوئے ہیں اگر اس میں مخالفت کی گئی تو یقیناً کافی شہرت حاصل ہوجائیگی شیخ عبدالعزیز نے کہا کہ خدا کے فضل و کرم سے میں نہایت ہی صحیح و سالم ہوں اور میری غرض شہرت حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ میری غرض یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے مناظرہ کروں جو کہتے ہیں قرآن مجید حادث ہے کمشنر پولیس نے جب یہ سنا تو کہا سبحان اللہ تمہاری یہ غرض ہے مناظرہ کیلئے تیار ہو انھوں نے کہا ہاں ہاں اس کے بعد کمشنر پولیس ان کو بہت سمجھاتا رہا لیکن یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ وہ حق سے انحراف کرسکیں آخرکار پولیس کمشنر نے شیخ سے کہا کہ اچھا میں تم کو دربار شاہی میں لے چلوں گا۔ چنانچہ ان کو دربار شاہی میں نہایت ہی بے ادبی سے پیش کیا جاتا ہے اہل بغداد دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ دنیا بغداد میں اس غرض سے آتی ہے کہ وہاں چلکر نہایت ہی اطمینان و سکون سے زندگی بسر کریں لیکن یہ شخص کیسا ہے کہ موت کے منہ میں یہاں آکر داخل ہوا ہے آخرکار وہاں جاتے ہیں کمشنر پولیس امیرالمومنین کو جاکر اطلاع دیتا ہے اور مناظرہ کا وقت یوم دوشنبہ قرار پاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پروپرائٹر پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ محدث دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شائع کیا۔